معراج سے قبل کیفیت نماز

مصنف

رئیس التحریر، مناظر اہلسنت، سرمایہ اہلسنت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ

محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور)

باہتمام : محمد کاشف اشرفی عطاری

ٹریڈ ایونیو، حسرت موہانی روڈ، میزانائن فلور،
نزد چیمبر آف کامرس، کراچی۔ فون : 2432429
موبائل فون : 0303-7286258

الریحان گرافکس 4920983

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

الاسیما علی صاحب المعراج المصطفی وصحبہ اجمعین

(یہ خطبہ سرکار اعلیحضرت قدس سرہ کا رسالہ "اجمان التاج" میں ہے (اویسی غفرلہ)

الصلوۃ والعدک والوفاء کیفیتہ الصلوۃ قبل المعراج

مقدمہ

اما بعد ! والسلام پیدائشی عالم ہوتے ہیں ایسے ہی بعض اولیاء کاملین کو بھی یہی شرف نصیب ہوتا ہے جیسے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی وسیدنا قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہم، لیکن کمالات انبیاء واولیاء کے منکرین اس کے برعکس انہیں کمال نبوت و ولایت کے دور میں بھی ان کی لاعلمی وجہالت ثابت کرنے کی فکر رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کو اختیار نبوت سے قبل محض بے خبر و لاعلم کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک جبریل علیہ السلام نہیں آئے انہیں تصور تک نہ تھا کہ میں نبی بننے والا ہوں (تفہیم القرآن وغیرہ) دلیل میں قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں۔

ما کنت تدری ما الکتاب ولا ایمان (پ ۵ شوریٰ نمبر ۹۲)

اس سے قبل تم نہ کتاب جانتے تھے اور نہ (ایمان) احکام حالانکہ بعد کا مضمون بتاتا ہے کہ آپ اجمالاً سب کچھ جانتے تھے چنانچہ اسی آیت کا ہی مضمون ہے کہ۔

ولکن جعلنا نوراہاں لیکن ہم نے اسے نور کیاالخ

اور حدیث جبریل کو تو بڑی قوی دلیل سمجھتے ہیں کہ غار حرا میں جب حاضر ہوئے تو آپ کو علم نہ تھا کہ یہ کون ہے اور بار بار اقراء کہا (پڑھ) تو آپ فرماتے رہے" ما انا بقاء) ترجمہ کرتے ہیں""میں پڑھا ہوا نہیں (تفہیم البخاری)

مطبوعہ کراچی حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے اس لیے قاری رسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے"میں پڑھنے والا نہیں ہوں" قال کے معنی میں لے جاتے ہیں جو فاعل بھی مفعول کبھی نہیں آتا اور غور کے قاعدہ پر فاعل بھی حال واستقبال آتا ہے۔

طرفہ یہ کہ اس حدیث شریف سے نہ آپ کی جبریل سے لاعلمی کا ثبوت ہے اور نہ آپ کو اقراء نہ پڑھنے سے کسی نے لاعلم کہا یہ منکرین کی بد قسمتی ہے جو ایسے غلط عقیدے گھڑے اس کی تفصیل و تحقیق وقیر کی تصنیف "السلسبیل فی شرح حدیث جبریل" میں پڑھیے۔

استدلال اہلسنت :

اہلسنت کے اس موضوع پر بے شمار دلائل ہیں جنہیں فقیر نے" رسالہ امی لب" میں عرض کیے ہیں یہاں اتنا عرض ہے کہ مخالفین عیسی علیہا السلام کو پیدائشی عالم مانتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں واضح ہے کہ آپ والدہ گرامی کی برات میں اپنی تمام سوانح عمر چند جملوں میں بتا رہے تھے انی عبداللہ وغیرہ وغیرہ (سورہ مریم کا رکوع ۸۲ اور موسی علیہ السلام پیدائشی طور بان کے بغیر کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پی کر پھر بچپن میں فرعون کی داڑھی نوچ کر اپنے علم کا اظہار کر رہے تھے وغیرہ وغیرہ

حضور علیہ السلام کے پیدائشی عالم ہونے کے بے شمار دلائل ہیں جنہیں فقیر نے "امی القب" میں درج کیے ہیں یہاں صف ایک مسئلہ (دلیل) کو مفصل عرض کرنا ہے وہ ہے معراج سے پہلے نماز کی ادائیگی۔

نماز قبل از معراج کی تفصیل امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان محدیث بریلوی نے فرمایا پیش از اسراء دو وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔ (حوالہ جات)

در مختار میں ہے۔

(۱) الصلوة فرصت فی الاسراء ، وکانت قبله صلاتین ، قبل طلوع الشمس وقبل غروبها شمنی اه

نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں ایک طلوع سے پہلے دوسری غروب سے پہلے شمنی اہ (ت)

(۲) مواہب الدنیہ میں ہے کہ

وال مقاتل کانت الصلوة واولُ فرضهارکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی لقوله تعالی وسبح بحمد ربک بالعشے والا بکار، قال فی فتح الباری ، کان صلی الله تعالی علیه وسلم قبل الاسراء یصلی قطعاً وکذلک اصحابه ولکن اختلف کهل افترض قبل الخمس شی من الصلوة ام لا ؟ فتیل ان الفرض کان صلاة قبل طلوع الشمس و قبل غروبها،

والحجة فيه قوله تعالى وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها انتهى

پہلے مذکور دو دو رکعتیں صبح اور دو دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام معراج سے پہلے نماز تو یقینا پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں تو کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے۔

"اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب سے پہلے۔

(۳) امام نوری نے فرمایا کہ۔

اول ماوجب الانذار والدعاء الى التوحيد ثم فرض الله تعالى من قيام الليل ماذكره فى اول سورة المزمل ثم نسخه بايجاب الصلوات الخمس ليلة الا سراء بمكة ما فى المواهب

"سب سے پہلے سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالی نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورہ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ مواہب کی عبادت ختم ہوئی۔ (ت)

(۴) شرح مواہب الدنیہ میں ہے کہ

ذهب جماعة الى انه لم تكن قبل الاسراء صلاة مفروضة الا ماوقع الا مربه من صلوة الليل باالا تحديد وذهب الحربى الى ان الصلوة كانت مفروضة ركعتين بالغداة وركعتين بالعشى ، ورده جماعة من اهل العلم

کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی دودو رکعتیں صبح کو اور دو دو رکعتیں رات کو لیکن حربی کی رائے کو اہلِ علم کی ایک جماعت نے رد کیا

(۵) لقد اختلف فى هذه الصلوة هل هى الشرعية المعروفة اوالغوية ؟ وصوب الاول لان النص يحمل على حتيقة الشرعية مالم يتعذر وعلى هذااختلف (هل هى فرض) ويدل عليه ، كما قال النعمانى حديث انس عند ابى حاتم، المتقدم قريبا للمصنف (اونفل ؟ واذا قلنا فرض فاى صلاة هى ؟ قال بعضهم الا قرب انها الصبح

معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی کریم ﷺ کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے ؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر عمل کیا جاتا ہے مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے کہ اس پر انس کی وہ حدیث دلالت

کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے۔

ویحتمل انتکون العشاء) والا حتمالان ، کما قال الشاھی، لیسا بشئی سواء قلنا صلے بھم قبل العروج اوبعدہ لا ن اول صلاۃ صلاھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخمس مطلقا الظھر بمکۃ باتفاق و من حمل الاولیۃ علی مکۃ فطیہ الدلیل قال والذی نظھر انھا کانت من النفل المطلق ، او کانت من الصلوۃ المفروضۃ علیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قبل لیلۃ الاسراء وفی فتاوی النووی مایؤید الثانی اہ باختصار

تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ ﷺ پر شبِ معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ :

اللہ عزوجل کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوئی ہے ''اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ'' اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے، ابنِ عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اگرچہ ابنِ عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے ''ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں نہ ہوتا تو یوم بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا'' کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے ''پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرا سوا تو پاک ہے بے شک میں ظلم کرنے والوں میں تھا'' سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور اس نے مندرجہ بالا کلی کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا، اس صورت میں جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ سلام کو اس اطاعت (اور نماز وغیرہ) کے

سلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے معالم میں بھی اسی طرح ہے بہر حال اگر فسبح بحمد ربک تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لیے کر دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا اس کا یہ جواب تو دیا جا سکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی لیکن اس صورت میں اللہ تعالی کا یہ فرمان اور ان کے اطراف میں "بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔

ازالہ وہم :

رہا مقبائل کا استدلال اللہ تعالی کے اس فرمان سے "اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے" تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے بلکہ سرے سے بے کار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقراء باسم ربک نازل ہوئی پھر "ن" ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر صفت، پھر لقمان پھر سبا،

پھر رمز پھر حم مومن، آخر تک تو پھر حم مومن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی (جب کہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لیے ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معالم میں ہے اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ ﷺ کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے پھر ایک موذن نے اذان دی اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کردیا چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں نے سلام پھیرا تو جبرئیل نے مجھ سے کہا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ نے مبعوث فرمایا یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (ت)

فائدہ :

شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمع نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان واقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہے لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے اولاً اس لیے کہ معروف اذان واقامت تو مدینہ میں شروع

ہوئی تھی جب کہ معراج ہجرت سے پہلے ہوا تھا اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے "ایک موذن نے اذان کہی" کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا" اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوا تھا ثانیاً اس لیے کہ اذان واقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو امت کے لیے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے" مشروعیت سے پہلے تخفیف پر کون سی دلیل ہے؟" ثالثاً اس لیے اور یہ اعتراض واستدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی تو کیا پتا، ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو اس سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ (رسول اللہ علیہ ﷺ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہو گیا میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

نماز پڑھنا معراج سے پہلے :

اس سے اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے ، نمازِ شب کی فرضیت تو خود سورہ مزمل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد و عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے۔

کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحی والعصر ، فکان النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا اخوالنہار ، تفرقوافی الشعاب فصلوھا فرادی

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی کریم ﷺ و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا پڑھتے،

رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت ابی تجرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہا ذکرہ فی ترجمتہا من الاصابۃ

اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجراۃ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے یہ بات اصابہ میں عزیزہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔

فائدہ:

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریفہ سے مقررہ مشروع ہے حضور علیہ السلام پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ السلام نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا نے پڑھی دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے،

فقد اخرج احمد وا بن ماجۃ والحارث فی مسندہ وغیرھم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ رضی اللّٰہ تعالی عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فی اول مااوحی الیہ، فاراہ الوضوء والصلوۃ فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفۃ من ماء

فنضح بهافرجه اھ وفی سیرة ابن اسحق و سیرة ابن هشام ، والمواہب اللدنیة من المقصد الاول ، و کتاب الخمیس وافضل القری القراء ام القری للامام ابن حجر المکی ، ثم حاشیة الکنز للعلامة السیدابی السعود الا زهری ثم حاشیة الدرللعلامة السید احمد الطحطاوی و هذا لفظ القسطلانی ، مزید امن الزرقانی (قدروی) مرضه لا ن له طرقالا تخلومن قال ، لکنها متعددة یحصل باجتماعها

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا!اے جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے

اے اس قسم کی روایات سے بعض شوم بختوں نے استدلال کیا کہ (معاذ اللہ) جبریل علیہ السلام حضور سرورِ عالم ﷺ کے استاد ہیں حالانکہ معاملہ برعکس ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اسلاف کا عقیدہ ہے

ے جبریل امین خادم دربان محمد ﷺ

جبریل علیہ السلام حضور سرورِ عالم ﷺ کے خادم و دربار ہیں، اور یہی حق ہے تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ "جبریل امین خادمِ دربان" کا مطالعہ کیجئے اور شرح حدائق بخشش میں بقدر ضرورت عرض کیا گیا ہے۔

اور اس قسم کی حدیثوں کا جواب یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کو تعلیم نہیں دیتے تھے بلکہ یہود و دیگر اہلِ کتاب کے لیے نشانِ راہ بنتے تھے کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ایک نشانی یہ بھی ہو گی کہ ان کے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضر ہو کر احکام و مسائل کا اظہار کریں گے، جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے اور اوقات الصلوٰۃ کی روایت ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام نے اول وقت میں نماز پڑھ کر دکھائی، دوسرے دن آخری وقت میں تو اس سے حضور علیہ السلام کی شاگردی کہاں سے ثابت ہوئی (فافهم ولا تکن من الوہابین "محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابن اسحٰق میں، سیرت ابنِ ہشام میں مواہب الدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القریٰ لقراء ام القریٰ میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے (روایت کی گئی ہے) بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن چونکہ متعدد ہیں۔

لقوة (ان جبريل بداله صلى الله تعالى عليه وسلم) وهوبا على مكة كما عندابن اسحق، اى بجبل الحراء، كما فى الخميس (فى احسن صورة واطيب رائحة فقال ، يا محمد ان الله يقرئك السلام و يقول لك انت رسولى الى الجن والا نس فادعهم الى قول لا اله الا الله، ثم ضرب برجله الارض فنبعت عين ماء، فتوضا منها جبريل زادابن اسحق و رسول الله ينظر اليه، ليريه كيف الطهور الى الصلوة (ثم امره ان يتوضا وقام جبريل يصلى، وامره ان يصلى معه زادفى رواية ابى نعيم عن عائشة رضى الله تعالى عنها فصلى ركعتين نحوالكعبة (فعلمه الوضوء والصلاة ثم عرج الى السماء ورجع رسول الله ﷺ لا يمر بحجر ولا مدر ولا شجرا لا وهو يقول: السلام عليك يارسول الله حتى اتى خديجة، فاخبرها، فغشى عليها من الفرح ، ثم امرها فتوضات، وصلى بها كما صلى به جبرئيل) زاد فى رواية وكانت اول من صلى (فكان

ذلک اول فرضہا) ای تقدیر ھا (رکعتین) اھ ولہ تمام سیاتی۔
واخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالی عنہ ، قال صلی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اول یوم الاثنین وصلت خدیجۃ اٰخرہ، وصلی علی یوم الثلثاء(المعجم الکبیر للطبرانی عن عبیدا للہ ابن ابی رافع حدیث ۹۵۲ مطبوعہ المکتبۃ ببیروت)

اس لیے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے جب کہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو میں اور کہا "اے محمد! اللہ تعالی آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لیے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحٰق نے اضافہ کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کیطرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں پھر جبریل علیہ السلام نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں، ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے قبلہ رو دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ گھر کی طرف واپس تشریف لائے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیک یا رسول اللہ" یہاں تک کہ آپ خدیجہ

کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرطِ مسرت سے غشی آگئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی وضوء کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا، اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن (ت)

سوال: معراج سے پہلے حضور اقدس ﷺ نماز کس طرح پڑھتے تھے؟

جواب: ملاحظہ آیات واحادیث سے ظاہر ہے کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اس میں طہارتِ ثوب بھی تھی قال تعالیٰ فی سورۃ المدثر، وثیابک فطھر (اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو) وضو بھی تھا کما تقدم انفا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے) استقبالِ قبلہ بھی تھا۔

كما مر من حديث ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها، وردى ابن اسحق فى سيرته قال حدثنى عبدالله ابن نجيح المكى عن اصحابه، عطاء ومجاهد وعمن روى ذلك فساق حديث اسلام عمر رضى الله تعالى عنه، وفيه، فجعلت امشى رويدا ورسول الله ﷺ قائم يصلى يقرؤ القرآن، حتى قمت فى قبلته مستقبله، ما بينى وبينه الاثياب الكعبة. قال: فلما سمعت القرآن

رق له قلبی الحدیث (رواہ الطبرانی بیروت ص ۳۲)
جیسا کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گزری ہے اور ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ ابن نجیح مکی نے اپنے ساتھیوں عطا اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے اس کے بعد ابن اسحٰق نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جا رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل اس کے لیے نرم ہو گیا۔ (الحدیث)

فائدہ

۱۔ **تکبیر تحریمہ**، بھی تھی قال تعالیٰ، وربک فکبرہ (اور اپنے رب کی تکبیر کہہ (ت) وقال عزاسمه فی سورة الاعلیٰ لنازلة قد ما واذکرسم ربه فصلیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے سورہ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی"

(۲) قیام بھی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا یھاالمزمل قم الیل الایات الی قوله جل ذکره ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفه

وثلثه وطائفة من الذين معک ۔

اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو اور اس سے بعد کی آیتیں اس آیت تک "بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات، اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔

(۳) قرات بھی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاقرؤا ما تیسر من القرآن

"پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے" اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے "ممکن ہے کہ نزول فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ ان رکعتوں میں سورۃ اقراء کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔

زرقانی علے المواہب ص ۲۸۴ جلد ۱)

۴۔ رکوع بھی تھا۔

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آرہا ہے اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا بیان ہے، ان میں بکثرت رکعات یا دو رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابھی ابو نعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں اور ابو نعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتداء میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔

(۵) سجدہ بھی تھا۔

جیساکہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر کفار لعنھم اللہ کی ایذار سانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدہ پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی اوجھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنویں میں ملعون کر کے پھینک دیئے گئے اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جاکر اوجھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے اس وقت اس کے شانوں کے درمیان اوجھڑیاں رکھ دے راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بدبخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہو گیا اور جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے، الحدیث اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اقراء میں فرمایا ہے، 'اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو" (بخاری شریف ص ۳۱ جلد ۱)

۶۔ جماعت بھی تھی۔ جیساکہ بعث والی حدیث گزری

عن ابن اسحق، ثم قام به جبرئيل فصلى به وصلى رسول الله ﷺ بصلاته (ابى ان قال فى خديجة) صلى بهارسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كما صلى جبرئيل فصلت بصلاته اه وقد قال تعالىٰ وطائفة من الذين معك واخرج الشيخان عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فى حديث

مجئی الجن الیه صلی اللہ تعالی علیه وسلم اول البعث انهم اتوه صلی اللہ تعالی علیه وسلم وهو یصلی باصحابه صلاة الفجر قال الزرقانی المراد بالفجر الرکعتان اللسان کان یصلیها قبل طلوع الشمس (زرقانی ص ۳۴۹ جلد ۲)

اس کے الفاظ یعنی ابنِ اسحٰق کے ہاں اس طرح ہیں "پھر جبریل آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مطابق نماز پڑھی، اور اللہ تعالی نے فرمایا "اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے" بخاری و مسلم نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداء وحی کے دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ الخ

۷۔ جہر بھی تھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ

قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا یهدی الی الرشد فامنا به

کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو

کہاہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرات نماز فجر میں سنی تھی جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

" روی ابن سنجر فی مسند ہ عنه رضی اللّٰه تعالی عنه خرجت التعرض رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم قبل ان اسلم فوجدته قد سبقنی الی المسجد تمت خلفه فاستفتح سورة الحاقة فجعلت اتعجب من تالیف القرآن فقلت هو شاعر کما قالت قریش فقراء انه لقول رسول کریم، وما هو بقول شاعر قلیلا ماتؤمنون فقلت کاهن علم ما فی نفسی فقراء ولا یقول کاهن قلیلا ما تذکرون الی آخر السورة فوقع الا سلام فی قلبی کل موقع اقوال : لکن ذکرابن عباس رضی اللّٰه‌تعالی عنهما فی حدیثه المذکور نزول الحاقة بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورة وجعلها من اواخر ما نزل بمکة ولا یظهر الجمع بان بعضها نزول بما فسمعه عمر قبل ان یسلم وتاخرنزول الباقی واعتبرا بن عباس بالاکثر فان امیرالمؤمنین یقول فی هذا الحدیث ان صبح فاستفتح سورة الحاقة ویذکرا لایات من اواخرها ثم یقول الی اخر السورة فاللّٰه تعالی اعلم ، بل قال مجاهد فی قوله تعالی فاصدع بما تؤمرهو الجهربالقرآن حکاه فے المواهب من المقصد الاول قال قالو ا وکان ذلک بعد ثلث سنین من النبوة قال الزرقانی تبرا منه لجزم الحافظ فی سیرته بان نزول الایة کان فی السنة

الثالثہ (زرقانی ص ۲۸۷ جلد ۱)
ابن اسحق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے اور ابن اسحق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں 'اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو آپ اس وقت مسجد کو جاچکے تھے میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف وترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو" میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میرے دل کی بات معلوم ہوگئی، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو" سورۃ کے آخر تک چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا اقول (میں کہتا ہوں) لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہوا جب سورہ بنی اسرائیل کے بعد ستائیں سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے کس طرح سن لی تھیں، جب کہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت نے عمر نے اس کو سن لیا ہو اور باقیماندہ زیادہ تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو۔ اور حضرت ابن عباس نے اکثر باقیماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہے، غیر

ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟ پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا" اے نبی جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو" اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے صاحبِ مواہب نے کہا" کہتے ہیں کہ یہ آیات نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی، اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ "(کہتے ہیں" کہہ کر) ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی۔

خلاصہ کلام:

جہاں تک نظر کی جاتی ہے نماز سابق اصول وارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد وکان ذلک اول فرضہا رکعتین (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں) کے فرمایا۔

ثم ان اللہ تعالی اقرھافی السفرکذلک و اتمھافی الحضر

پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں (چار) مکمل

کردیں۔

شرح زرقانی میں ہے

اقرھاای شرعہا علی ہیاۃ ما کان یصلیہا(زرقانی ص ۲۷۴۔۲۷۳ جلد۱)

"برقرار رکھیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔

قبل اس سے ظاہر یہ ہوا کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی کریم ﷺ اور ان کی امتِ مرحومہ کے خصائص سے ہے، کہ بعد امر اعطاء ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا اس کے بعد عصر میں اس کا حکم آیا اور حضور وصحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں۔

باب اختصاصه صلى الله تعالى عليه وسلم ماركوع فى الصلوة ذكر جماعة من المفسرين فى قوله تعالى واركعوامع الراكعين ان شروعية الركوع فى الصلوة خاص بهذه الملة وانه لاركوع فى صلاة بنى اسرائيل ولذاامرهم بالركوع مع امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قلت وقد يستدل له بما اخرجه البزارو الطبرانى فى الاوسط عن على رضى الله تعالى عنه ،

قال ، اول صلاة رکعنا فيها العصر ، فقلنا يا رسول الله ماهذا قال بهذا امرت ووجد الاستدلال انه صلى الله قبل ذلک صلاة الظهر وصلى قبل فرض الصلوة الخمس قيام الليل وغيره ذلک فکون الصلاة السابقة بلا رکوع قرينة لخلو صلاة الامم السابقة منه (خصائص کبریٰ ص ۲۷۵ جلد ۲)

باب اس بیان میں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں، مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور کوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا اسی لیے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امتِ محمد ﷺ کے ساتھ رکوع کریں اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی تو ہم نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟'' تو آپ نے فرمایا'' مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے'' استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی، اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا ۔اھ (ت)

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے

الرکوع من خصائص الامة وماصلاه المصطفى ﷺ قبل الاسراء لا رکوع فيه وکذاظهر عقب الاسراء واول

صلاۃ برکوع العصر بعدھا

رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفی علیہ السلام معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔

آنکھوں دیکھا حال:

یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالی عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبکعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے اور ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے حال پوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ علیہ السلام ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبری ہیں رضی اللہ تعالی عنہما، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف

الکندی رضی اللہ تعالی عنه قال جئت فی الجاهلية الی مكة
وانا اريد ان ابتاع لا هلی من ثيابها و عطر ها فاتيت العباس
وكان رجلا تاجرا فانی عنده جالس انظر الی الكعبة وقد كلفت
الشمس وارتفعت فی السماء فذهبت اذا قبل شاب فنظر الی
السماء ثم قام مستقبل الكعبة فلم البث الا يسيرا احتی جاء
غلام فقام عن يمينه ثم لم يلبث اويسيرا حتی جاء ت امراة .
فقامت خلفهما فركع الشاب فركع الغلام والمراة فسجد الشاب
فسجد الغلام والمراة ، فقلت يا عباس ! امر عظيم، فقال امر
عظيم تدری من هذا الشاب ؟ هذا محمد بن عبدالله ابن اخی ،
تدری من الغلام ؟ هذا علی ابن اخی دری من هذه المراة ؟ هذه
خديجة بنت خويلد، زوجته ان ابن اخی هذا احدثنی ان ربه ، رب
السموات و الارض امره بهذاالدين ولم يسلم معه غير هؤلا ء
الثلثة اھ فيه سعيد بن خثيم الهلالی قال الازدی منكر الحديث
عن اسد بن عبدالله العسری قال البخاری لا يتابع علی حديثہ

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عفیف کندی رضی اللہ
عنہ سے تخریج کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا میں
مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ
تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن
تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف
دیکھا پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور
جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک

خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے جوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے میں نے کہا "اے عباس یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے" عباس نے کہا ہاں بڑا معاملہ ہے جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا، جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے جوان کی بیوی، میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے اس میں ابن خثیم ہلالی ہے، ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد ابن عبداللہ العمری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ بخاری نے کہا اور دعوی اختصاص امت پر آیہ کریمہ وظن داودانما فتنه فاستغفر ربه وخرر اکعاواناب (اور داؤد) نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیر امنهم فسروا ههنا الركوع بالسجود وان قال الحسين بن الفضل ان معناه خربعد ماكان راكعااى سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدہ میں چلا گیا، تو آیہ کریمہ مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں

کے ساتھ رکوع کرو) ظاہر ڈالورود ہے معالم میں ہے۔

ازالہ وہم :

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدہ کا ذکر رکوع سے پہلے اس لیے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے تھا اور واو ترتیب کے لیے نہیں ہے بلکہ جمع کے لیے ہے۔

قائمه وراكع وساجد رواه الحسن بن عرفة و ابو نعيم عن ابن مسعود رضى اللہ تعالى عنه

پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں اس کو حسن ابن عرفہ اور ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

پچھلے صفحے کا حاشیہ

۱۔ حاشیہ اصل کتاب میں کتاب کا لکھا ہوا اس طرح ہے بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العبقری ہو امام احمد رضا نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں میرے نزدیک یہ لفظ القسری ہے العبقری کوئی لفظ نہیں، انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے یہ اسد بن عبداللہ بن یزید بن البجلی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحییٰ بن عفیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خثیم و سلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے بڑے سخی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب والتہذیب میں ہے۔

روایت کیا ہے کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خشوع قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو، اس سے مسترد ہو گئی وہ بات جو علامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے انہوں نے "کچھ قیام میں، کچھ رکوع میں کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے "یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے" اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہوگا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے، آخر تک جیسا کہ ہم پہلے زرقانی سے نقل کر چکے ہیں اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کر چکے ہیں کہ نص جہاں تک ہو سکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی اور (یہاں شرعی حقیقت مراد لینا) ممکن ہے اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے خصوصا ان انبیاء کے وصال کے بعد خصوصا نبی الانبیاء ﷺ کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود، کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا،

فائدہ :۔

(حضرت علی) والی حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر

طریق اولیٰ دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملتِ ابراہیمی ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمٰعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جب ٹھکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے، قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علی الحبیب وآلہ وامته وبارك وسلم

خلاصہ :۔

مدار کار صحت حدیث مذکور طبرانی وبزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق ولاحق باہم یکساں و متوافق ہیں۔

خاتمہ

بہر حال! قبل معراج آپ کی نماز کی تفصیل بتاتی ہے کہ وحی جبریلی کے محتاج تھے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ بھی تعلق تھا اور وہ حکم بھی وحی کہلاتا ہے جو بلاواسطہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا "ماینطق عن الهوى' الاوحي يوحى اسی بالواسطہ وحی سے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کیطرف سے وسیع تر علم نصیب ہوا اسی لیے اہلسنت کے قاعدہ پر آپ کی تعلیم براہ راست اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

علمنی ابی فاحسن تعلیمی "مجھے میرے رب تعالیٰ نے پڑھایا اور خوب پڑھایا اس معنی پر آپ کا معراج سے قبل اتنا بکثرت مطالب کا حل فرمانا اسی قاعدہ پر تھا۔

نوٹ: رسالہ کا مضمون اور تحقیق امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے رسالہ "جمان التاج فی بیان الصلوۃ قبل المعراج)(تاج کا موتی جس میں معراج سے پہلے نماز کا بیان ہے) کی مرہون ہے فقیر نے تلخیص اور مقدمہ وخاتمہ کا اضافہ کیا ہے اور بس

هذا آخر مارقم قلم الفقير القادری

ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرله

بہاولپور پاکستان

وارد باب المدینہ کراچی

۶ رمضان ۱۴۱۹ھ

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور حدیث نبوی سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اللہ کی عطا سے اس کے انبیاء و اولیاء مشکل کشا بھی ہیں داتا و دستگیر بھی ہیں اور گنج بخش بھی۔ چنانچہ مصائب میں اللہ کے ان پیاروں کی مدد سے رب تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق بنیں۔

منجانب: اراکینِ قطب مدینہ پبلشرز